Tauseeq, Volume. 2, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v2i1.16
Received: 22-03-2021
Accepted: 26-03-2021
Published: 30-06-2021

احمد عقیل روبی کے ناول "جنگل کتھا" کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ

("Post-colonial study of Ahmed Aqeel Ruby's novel “Jungle Katha”)

ڈاکٹر سبحان اللہ*

ہمایوں**

Abstract

The history of URDU Novel began in the era of British Colonialism in Sub-continent. During British Colonial time many historical facts were distorted and manipulated for their own purposes, especially in literature. For this vary purpose the Fort William College was established. Hence, Urdu novel couldn’t nourished during colonialism. One of the problems of the Urdu novel is that it contains elements of propaganda and fulfillment of the Colonial Age’s agenda at a certain level. But not all Urdu novels have been written in pursuit of this agenda, but there are some novels that have strongly criticized the policies of the Colonial Age. One of the most important of these novels is Ahmed Aqeel Ruby's "Jungle katha" which is a Post-Colonial study presented in this article.

Key Words: Urdu, Jangal katha, Mabadnoabadiyat, Istemar, Ahmad Aqeel Robi, Jazera.

مقالے کا موضوع "احمد عقیل روبی کے ناول "جنگل کتھا" کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ "ہے۔ناول کے بطن سے وہ تاریخی حقائق نمایاں ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر اسے نو آبادی دور کے سامراجی جبر کے خلاف تمثیلی انداز کا مزاحمتی ناول قرار دیا جاتا ہے۔مقالے کے پہلے حصے میں نو آبادکاروں کے استحصالی پالیسیوں کو تاریخی پس میں نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔دوسرے

*۔اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف صوابی

**۔پی۔ایچ۔ڈی سکالر اسلامیہ کالج، پشاور

حصے میں پس منظر کے طور پر برصغیر میں نو آبادیاتی دور کے مظالم، مابعد نو آبادیاتی دور کے استحصالی نظام کا تجزیہ اور احمد عقیل روبی کے ناول "جنگل کتھا" میں اُن کو کرداری و تمثیلی انداز میں پیشکش کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں ناول کے تمثیلی اسلوب کو سراہا گیا ہے۔

طریقہ کار:

مقالے میں پہلے نو آبادیاتی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے احمد عقیل روبی کے ناول "جنگل کتھا" کا گہرا مطالعہ کیا گیا ہے، پھر دیگر ناولوں پر استعمار، نو آبادیات، مابعد نو آبادیات اور مزاحمتی حوالوں سے شائع شدہ تنقیدی مواد کا جائزہ لیا گیا ہے، اور اُس کی روشنی میں ذاتی مطالعے کی کسوٹی پر "جنگل کتھا" پر اپنی رائے پیش کی ہے۔

احمد عقیل روبی (1940۔2014) کا ناول "جنگل کتھا" استعماری پس منظر میں لکھا ہوا ایسا ناول ہے جو تمثیل کے پردے میں نو آبادیاتی دور میں نو آباد کاروں کا سیاسی، تاریخی، معاشی، اقتصادی، تہذیبی، مذہبی اور ادبی استحصال کے بیان کے حوالے سے ایک اہم ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

ناول "جنگل کتھا" کی کہانی کے مطابق سفید نسل کے بندر "کماچی" جزیرے پر زبردستی قبضہ کر لیتے ہیں اور وہاں کے اصل باشندوں یعنی کالی نسل کے بندروں کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔ ظالم و جابر سفید بادشاہ کے سلطنت کو دوام بخشنے میں جنگورا اور سنکورا کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے جن میں سے ایک مذہبی پیشوا اور دوسرا فوجی جرنیل ہوتا ہے۔ جزیرے میں کسی بھی مخالف آواز کو دبانے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مذہبی پیشوا سنکورا اس پر توہین مذہب کا جھوٹا الزام عائد کرتا ہے اور جنگورا اس کو فوجی عدالت میں مجرم ٹھہرا کر فوراً سزا دیتا ہے۔ گوگیہ کالی نسل کے بندروں سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی قوم کو بادشاہ کے خلاف بغاوت پر اکسانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پر مذہب کی توہین کا جھوٹا مقدمہ چلتا ہے اور موت کی سزا پاتا ہے۔ جس دن گوگیہ کو مارا جاتا ہے اسی رات اس پیڑ کے قریب ایک بہت بڑی کھائی بنتی ہے۔ بادشاہ اس کھائی کو بھرنے کی بہت کوشش کرتا ہے مگر ناکام رہتا ہے۔ گوگیہ کی بیوی ریشمی اس کے موت کے منظر کو دیکھ کر پاگل ہو جاتی ہے اور چند دن بعد ایک بچے کو جنم دیتی ہے جس کا نام منگور کھا جاتا ہے۔ جوان ہونے پر منگو بھی سفید بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تحریک شروع کرتا ہے مگر سفید بادشاہ کو بغاوت کی تحریک کی خبر ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے کہ منگو کو گرفتار کیا جاتا، منگو اپنے ایک ساتھی مترو کے ساتھ دور پار کے گھنے جنگل میں شہد کی مکھیوں کی رانی "روپی" سے مدد مانگنے پہنچ جاتا ہے۔ اس دوران ریشمی بادشاہ کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کرتی ہے جس کی پاداش میں بادشاہ اسے

اندھے غار میں قید کر دیتا ہے۔ ماچھو اور شعلہ منگو کو کماچی جزیرے کے متعلق نہ صرف خبریں پہنچاتے ہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی مدد بھی کرتے ہیں۔ جس دن ریشمی کو پھانسی دی جانی ہوتی ہے عین اسی دن اور اسی وقت منگو اور مترو، رانی کی مدد سے سفید بادشاہ اور اس کی فوج پر دھاوا بول دیتا ہے۔ جنگ کے دوران بادشاہ ہلاک ہو جاتا ہے اور سفید نسل کے تمام بندر کھائی میں گر کر دفن ہو جاتے ہیں اور یوں کماچی جزیرہ پھر سے آزاد ہو جاتا ہے۔

برصغیر میں سامراجی نظام کا قیام ایک طویل پسِ منظر رکھتا ہے۔ ناقدین و محققین کے مطابق کئی صدیوں سے استعماری طاقتیں مشرقی اقوام کا مطالعہ کر رہے تھے، یہاں کے رہائشیوں کے مزاج اور تاریخ سے واقفیت حاصل کر رہے تھے۔ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد وہ یہاں کا رُخ کرتے ہیں، کالونیاں بناتے ہیں اور حاکم بن جاتے ہیں۔ ہندوستان میں اگرچہ انگریز کی آمد سے بہت پہلے پرتگیزی، ولندیزی اور فرانسیسی اقوام یہاں دخل اندازیاں کر چکی تھیں تاہم اس سلسلے کی اہم کڑی "ایسٹ انڈیا کمپنی" کی آمد ثابت ہوئی۔ احمد عقیل روبی اس کمپنی کی آمد تمثیل کے پردے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"سفید بادشاہوں کا ایک گروہ تاجر بن کر اس جزیرے کے ساحل پر 150 سال پہلے اترا تھا۔"[۱]

ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد تو بظاہر تجارت کا ایک نیا اور اہم سلسلہ دکھائی دیتا تھا لیکن جنگ پلاسی کے بعد بنگال کا وسیع علاقہ اُن کے قبضے میں آگیا اور پورے ہندوستان پر قبضے کی تیاریاں شروع ہو گئی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ملکہ راج شروع ہو گیا اور یوں تہذیب انسانی کے اُستادوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ تاریخ کے اوراق میں ۱۹۱۹ء ایکٹ، جلیانوالہ باغ، مسجد شہید گنج وغیرہ کی صورت میں جلے حروف سے درج ہوتا گیا۔ احمد عقیل روبی نو آبادیاتی نظام کے ظلم ،جبر اور استحصال کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "سفید بادشاہ کی نسل جزیرے میں من مانی کارروائیاں کرتی پھرتی تھی۔ سانولے اور کالے بندروں کو جرات نہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر ان سے بات کریں۔۔۔ سفید نسل کے بندروں کے ذاتی قید خانے اور جیلیں تھیں۔ جسے چاہتے بغیر جرم بتائے قید کر دیتے اور پھر وہ قید ہی میں مر کھپ جاتا۔ جزیرے کا کوئی قانون نہ تھا۔ سفید بادشاہ جو کہتا تھا، قانون بن جاتا تھا۔"[۲]

دیکھا جائے تو یہی بات فساد کی جڑ ہے کہ جزیرے کا کوئی قانون نہ تھا۔ کماچی جزیرہ حقیقت میں نہ ہوتے ہوئے بھی عالمی تاریخ اور مختلف ادوار میں نام بدل بدل کر ملتا ہے لیکن اس کی تاریخ ہمیشہ ایک ہی رہی ہے۔ سفید بندر، سیاہ بندر، سانولے بندر، یہ

تاریخ کے جانے مانے کردار ہیں۔ہم آج جس "جزیرے" پر آباد ہیں اس کے روزو شب کماچی سے جن امور سے مشابہت رکھتے ہیں ان میں قانون وانصاف کی عدم بالادستی اور سماجی تفریق سرفہرست ہے۔بقول کلیم الدین احمد:

"یہ قصے خلا میں سانس نہیں لیتے اور نہ خلا میں پیدا ہوتے ہیں۔ان کی اس قوم کے شعور و تخیل سے آبیاری ہوتی ہے۔ان میں اس قوم کے تخیل کی ابتدائی نوخیز قوتِ پرداز کا عکس نظر آتا ہے۔"(3)

اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کے دو طریقے ہیں۔پہلا، طریقہ یہ ہے کہ مقابلہ کرو، ظلم اور ظالم کے خلاف ڈٹ جاؤ۔ جب کہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ظلم سہو، خاموش رہو اور ظالم کی خدمت و اطاعت سے مراعات پاؤ۔نوآبادیاتی پڑاؤ کے بعد مابعد نوآبادکار بھی ان دو طبقوں میں بٹ گئے تھے، جیسا کہ مذکورہ ناول کے مرکزی کردار گوگیہ پہلا راستہ اختیار کرتا ہے اور مذہبی تقدیس کے نام پر مارا جاتا ہے۔دوسری جانب جن کی خاطر گوگیہ قربان ہوتا ہے ان کا ردعمل خوف پر مبنی ہوتا ہے:

"چوپال میں بیٹھے کالے بندروں نے دل ہی دل میں گوگیہ کی گرفتاری کو ظلم اور بربریت کہا لیکن افسوس یہ احتجاج ان کے ہونٹوں تک نہ آیا۔سب ڈر رہے تھے کہ اگر گوگیہ کے ساتھ ہمدردی جتائی تو وہ بھی باغی قرار پائیں گے۔"(4)

استعماری طاقتیں طاقت کے بل پر جن ممالک کو محکوم بناتے ہیں تو وہاں پر اپنی برتری ثابت کرنے لیے خوف و دہشت پھیلاتے ہیں اس لیے کمزور و محکوم لوگ نفسیاتی طور پر اپنے آقا سے ہمہ وقت خوف کے حصار میں رہتے ہیں۔یہی حالت کماچی جزیرے کے سیاہ و سانولے بندروں کی بھی ہے۔"جنگل کتھا" میں ماچھو ایک ننھا سا طوطا ہوتا ہے جس میں فطری معصومیت اور تجسس ہے۔وہ سفید بادشاہ کے ظلم و ستم کو دیکھتا ہے تو خاموش نہیں رہ پاتا اور بار بار سوال اٹھاتا ہے۔اس کا بے عمل باپ کبھی جھڑک کر تو کبھی تھپڑ مار کر اسے خاموش کرانے کی کوشش کرتا ہے۔چمکیلی کا پوتا شعلہ اپنی دادی سے پوچھتا ہے:

"عبادت گاہ کے مشرقی حصے میں ہمیں جانے کی اجازت کیوں نہیں دادی۔ دادی نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔وہاں جانا بھی نا۔

"کیوں"؟ شعلہ تیزی سے چمکا

"بس میں نے کہہ دیا ادھر نہ جانا۔"

"مگر کیوں دادی ماں۔"(5)

دیکھا جائے تو معصوم ماچھو اور شعلہ ایسے کردار ہیں جو ظلم اور استحصال کے نظام پر سوال اٹھاتے ہیں۔ سوال شعور کا پتہ دیتا ہے۔ سوال ہی زندگی ہے۔ سوال کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کا جواب تلاشنے ماچھو منگو سے ملنے جاتا ہے۔ مگر جب اس کے باپ کو پتہ چلتا ہے تو کھولتے ہوئے لہجے میں کہتا ہے:

"تیرا بیڑہ غرق ہو ماچھو آہستہ بول۔ بوڑھے طوطے نے آہستہ سے کہا۔ نہیں ابا۔
اب یہ آواز آہستہ نہیں ہو گی۔ سارے جزیرے کو بتلائے گی کہ میں نے ایک مظلوم کا ساتھ دینے کا عہد کر لیا ہے۔"(6)

جنگل کتھا" سونے کی چڑیا برصغیر میں نوآبادیاتی نظام کے پنجے گاڑنے سے لیکر مابعد نوآبادیاتی دور تک کی تمثیلی داستان ہے جس میں دھرم یا مذہب کے نام پر مذموم سیاسی مقاصد کا حصول کوئی نئی بات نہیں۔ دنیا کی معلوم تاریخ میں یہ طریقہ واردات کئی بار دہرایا گیا ہے اور یہ سلسلہ زور و شور سے اب بھی جاری ہے۔ احمد عقیل روبی "جنگل کتھا" میں اس طرف یوں اشارہ کرتا ہے:

"لکھنے والے نے کتنی مہارت سے چھال پر مقدس احکامات لکھے ہیں۔۔۔اب تم بھی مہارت دکھاؤ۔ اسے آگ لگا کر گوگیہ کے گھر پھینک دو۔۔۔ جانتے ہو مقدس کتاب کی بے حرمتی کرنے کی سزا کیا ہے۔۔۔ پھانسی۔"(7)

احمد عقیل روبی کے خیال میں بادشاہ، جرنیل اور نام نہاد مذہبی پیشواؤں پر مشتمل تثلیث جب بھی وجود میں آتی ہے، گھٹن زدہ سماج میں حریت، بغاوت اور آزادی کی آوازوں کو دبانے کے لیے ہر حربہ استعمال ہوتا ہے اور حریت کے متوالوں پر سازشوں کا الزام دھر کر انہیں راستے سے ہٹایا جاتا ہے۔ گوگیہ کے خلاف بھی یہی حربہ آزمایا جاتا ہے مگر حقیقت یہ تھی:

"اس نے سازش نہیں کی تھی۔ بغاوت کی تھی۔ سازش بزدل کرتے ہیں۔ بغاوت آزاد لوگوں کا شیوہ ہے۔ اس نے کالی نسل کو گوروں کے ظلم اور قید سے بچانے کی جدوجہد کی تھی۔"(8)

مابعد نوآبادیاتی دور میں سیاست شطرنج کے کھیل کی طرح ہوتا ہے۔ جس میں عیاری اور مکاری سے ایسی چالیں چلائی جاتی ہیں کہ بازی ہاتھ سے نہ جائے اور بساط بھی الٹ جائے۔ بظاہر گوگیہ کی موت کے بعد بغاوت کا خطرہ ٹل جاتا ہے اور جزیرے میں مکمل سکوت ہوتا ہے مگر سفید بادشاہ اور اس کے حواری خوب جانتے ہیں کہ یہ سکوت عارضی ہے۔ کماچی کے محکوم باشندے زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہیں گے۔ بس انھیں ایک چنگاری دکھانے کی دیر ہے اور یہ چنگاری گوگیہ کا بیٹا "منگو" ہے۔ مگر مسئلہ یہ

تھا کہ گوگیہ کی موت کے بعد اگر اس کے نوزائید بچے اور پاگل بیوہ ریشمی کو مارا جاتا تو عوامی بغاوت کے سیلاب کو روکنا مشکل ہو جاتا۔ اس لیے اقتدار کے ایوانوں میں تجویز قرار پاتا ہے:

> "ریشمی کا بچہ زندہ رہے گا۔ اسے کوئی اذیت نہیں دی جائے گی۔ جب وہ بڑا ہو گا تو ہم اسے سفید بادشاہ کے دربار میں ایک نشست دلائیں گے۔۔۔ دربار کے آداب اس کے اندر چھپا گوگیہ کا سارا وقار، حق گوئی اور آزادی کا جذبہ مٹی میں ملادیں گے اور جزیرے کے باسی خوش ہوں گے کہ ہماری حکومت نے ایک باغی گوگیہ کے بیٹے کو کتنی عزت اور کتنا اعزاز دیا ہے اور ہم بدن پر اعزاز کی فرغل سجا کر اس کی روح کو کفن پہنادیں گے۔"(9)

ہندوستان پر سامراجی حاکمیت کے مرتب کردہ پالیسیوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو "لڑاؤ اور حکومت کرو" کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس طرح ایک محسوس مراعات یافتہ طبقہ اپنے ساتھ کر کے باقیوں کا اُس سے استحصال کرنا سامراج کا بنیاد حربہ رہا ہے۔ بدقسمتی سے آزادی کے بعد بھی یہی حربے مقامی حکمران آزماتے رہے ہیں۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہاں آدھے سے زیادہ دور مطلق العنان حکمرانوں اور آمروں کا رہا ہے۔ یہاں ہر آمر نے اپنے ناجائز اقتدار کو طول دینے کے لیے آئین مسخ کیا، بنیادی شہری حقوق معطل کیے، تحریر و تقریر کے آزادانہ اظہار پر پابندیاں لگائیں اور اپنے سیاسی مخالفین اور عوام کی زبان بندی کے لیے ہر حربہ آزمایا۔ اس استعماری طریقِ حکومت کو ناول میں ایک جگہ یوں بیان کیا گیا ہے:

> "فریاد، درد بھری آوازوں اور چیخوں پر اتنی توجہ نہ دیا کرو۔ دیر تک حکومت کرنے کا یہی ایک گر ہے۔"(10)

اگر یہ کہا جائے کہ استعماری دنیا میں محکوم لوگوں کو سب سے زیادہ مذہب کے نام پر لوٹا اور بے وقوف بنایا جاتا ہے تو غلط نہ ہو گا۔ احمد عقیل روبی مذہب اور تصوف کے نام پر محکوم لوگوں کو ورغلانے والے پیشہ ور مذہبی پیشواؤں کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "سنکورا نے تمام جزیرے کے بندروں کو یہ گولیاں کھلا کھلا کر بھنگ کا عادی بنا دیا ہے۔ صبح و شام بندروں کا ہجوم عبادت گاہ کے دروازے پر جاتا ہے اور گولیوں کے لئے سنکورا کے سامنے ناک رگڑتا ہے۔۔۔ سنکورا نے سارے جزیرے کو نشے کا عادی بنا دیا ہے اور خود روحانی پیشوا بن کر مقدس استھان پر بیٹھا ہے۔"(11)

چاہے کوئی بیرونی طاقت کسی قوم کو جتنا بھی محکومی، غفلت اور ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور کر کے انھیں اس کا عادی بنادے مگر ہر قوم و ملت میں چند ایسے کردار ضرور پیدا ہوتے ہیں جو حریت کی سوچ، فکر اور جذبے کو مدھم نہیں پڑنے دیتے۔ گوگیہ کی موت کے بعد چمکیلی اس کی فکر کی روشنی اس کے بیٹے منگو میں منتقل کرتی ہیں۔ منگو نوجوان اور جذباتی ہوتا ہے۔اس کے ایک جذباتی فیصلے پر چمکیلی درشت لہجے میں کہتی ہیں:

"جانتے ہو اس کی سزا موت ہے موت۔اگر تم مر گئے تو اصل کام جو ابھی باقی ہے کون کرے گا۔وہ کام جو تمہارے باپ کے ہاتھوں ہونا تھا۔اس کی ذمہ داری تمہارے کاندھوں پر ہے۔اگر تم مر گئے تو تمہاری جگہ کون سنبھالے گا۔اور سنو ظالم کے ہاتھوں کچھ کیے بغیر مرنا بے موت مرنا ہے۔"(12)

ناول کے اختتام میں کماچی جزیرہ آزاد ہوجاتا ہے، سفید بادشاہ مع اپنے اہل و عیال، قبیلے اور فوج کے اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور منگو کی ماں ریشمی کی یادداشت بھی لوٹ آتی ہیں۔ یہاں ناول نگار پیغام دیتا ہے:

"دنیا کے باسیوں کا پہلا اور آخری کام یہی ہے کہ وہ چاروں طرف محبت کی مٹھاس اور آزادی کی روشنی پھیلائیں۔"(13)

"جنگل کتھا" برِصغیر میں نوآبادیاتی نظام کے جبر و استحصال کو بے نقاب کرتا ہے۔اس ناول کا کمال اس کا تمثیلی اسلوب ،علامتی انداز اور غیر مانوس کردار ہیں۔امجد اسلام امجد اس بارے میں لکھتے ہیں:

"انوکھے موضوعات اور نامانوس یا کم مانوس کرداروں کے ساتھ جس طرح کے ناول اس نے لکھے فی زمانہ اس طرح کا حوصلہ اور فنی حوالے سے مضبوط گرفت خال خال ہی نظر آتی ہے۔"(14)

جدید ادب میں تمثیلی انداز ایک نئے طرزِ اظہار کی شناخت بن چکا ہے۔جب حقائق پیچیدہ ہو جاتے ہیں تو مزاحمتی ادب نمو پاتا ہے اور اس کے اظہار کے لیے تمثیلی اسلوب بہترین قرینہ ہوتا ہے۔احمد عقیل روبی ایک ایسے ناول نگار ہیں جو اپنے دور کے پیچیدہ حقائق کو تمثیل کے پردے میں بیان کرتے ہیں۔ان کے ہاں تمثیل کا پردہ بہت باریک ہے اور کسی مرحلے پر گمان نہیں ہوتا کہ یہ کسی دور دراز اور انجانے جزیرے پر بندروں کی کہانی ہے۔بلکہ یہ انسان کی انسان پر ظلم کی سچی اور کھری داستان ہے۔

حوالہ جات

1۔احمد عقیل، روبی، تین شاہکار ناولٹ، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، 2004ء، ص 312

2۔ایضاً ، ص290

3۔ کلیم الدین احمد، اردو زبان اور فنِ داستان گوئی، ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ،1972، ص12

4۔ احمد عقیل روبی، تین شاہکار ناولٹ، الوقار پبلی کیشنز، لاہور،2004ء، ص290

5۔ایضاً ، ص329

6۔ایضاً ، ص329

7۔ایضاً ، ص334

8۔ ایضاً، ص302

9۔ ایضاً، ص369

10۔ ایضاً، ص368

11۔ایضاً ، ص330

12۔ ایضاً، ص381

13۔ایضاً ، ص417

14۔ امجد اسلام امجد، احمد عقیل روبی، ورق ورق تیرا چہرہ، مرتبہ بشریٰ عقیل روبی، مقبول اکیڈمی لاہور،2017ء، ص107

References

1. Ahmad aqeel robi,teen shahkar novelet,Al-waqar publications, Lahore, 2004, page312
2. As Above,page290
3. kaleem ud din ahmad, urdu zuban aur fan-i-dastan goai, idara firog urdu, lucnow, 1972, page12
4. Ahmad aqeel robi,teen shahkar novelet,Al-waqar publications, 41 Lahore, 2004, page290
5. Ibid, p. 29
6. Ibid, p. 329
7. Ibid, p.334
8. Ibid, p. 302
9. Ibid, p. 369

10. Ibid, p. 368
11. Ibid, p. 330
12. Ibid, p. 381
13. Ibid, p. 417
14. Amjad islam amjad, ahmad aqeel robi, waraq waraq tera chehra, mrtaba, Bushra aqeel robi, maqbol academay Lahore, 2017, page107